تبصرہ کتب

اسلامی تحریک: درپیش چیلنج

مؤلف : پروفیسر خورشید احمد
ناشر : انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد
سالِ اشاعت : ۱۹۹۴ء
صفحات : ۱۰۰
قیمت : ۴۰ روپے

عالمِ اسلام آج جس بحرانی دور سے گزر رہا ہے، اس کے سرچشمے فکر و نظر کی غلامی، سیاسی محکومی اور معاشی گداگری کی لذت بے فیض سے پھوٹتے ہیں۔ اس ہوش ربا منظر نامے پر نظر ڈالیں تو یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس قلعے کے پھاٹک دشمن نے باہر سے نہیں توڑے، بلکہ اندر ہی سے یہ کھولے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں نام نہاد "روشن خیالی" کے ساز اور "غیر جانبداری" کی آواز کا تجزیہ کیا جائے تو بندگانِ مفاد کی جنسِ ارزاں "برائے فروخت" کی تختی لگائے کھڑی نظر آئے گی۔ اس پر مستزاد قرآن و سنت سے دوری اور فقہی تنگنائے کی اسیری ہے، جس کے رنگ ڈھنگ نے جہادی روح اور اجتہادی بصیرت پر جمود کی یخ بستہ چادر تان دی ہے۔ بہرحال اس اندرونی شکست و ریخت کو مذہبی اور سیاسی سطح پر جس بیرونی حملے کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کے ہراول دستے میں تمام اسلامی مخالف قوتیں ہم قدم دکھائی دیتی ہیں۔ علاقائی محاذوں پر انہیں سیاسی و مادی مفادات کے اسیر عناصر نے اپنی خدمات پیش کر رکھی ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد کی زیر تبصرہ کتاب میں اس کشمکش سے دوچار عالمِ اسلام کے فکری و عملی اور داخلی و خارجی معاملات پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اس بحران و کشمکش کو چیلنج سمجھ کر قبول کرنے والی اسلامی تحریکوں کے نقطۂ نظر کو بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین حصّوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصّہ پروفیسر صاحب کے اس فاضلانہ انگریزی مقالے کا اُردو ترجمہ ہے، جو انہوں نے چند سال بیشتر Middle East Affairs Journal کے لیے لکھا تھا اور یہ ترجمہ ماہنامہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" (فروری ۱۹۹۳ء) میں شائع ہوا تھا۔ زیر نظر مقالے میں مصنّف نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس آشوبِ عصر کی نشان دہی کی ہے، جو امریکی "نیوورلڈ آرڈر" کے معاشی، سیاسی اور تہذیبی

حملے کی صورت میں عالم اسلام پر مسلط کیا جارہا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

آج مسلمان، دنیا کی کُل آبادی کا پانچواں حصّہ ہیں۔ دنیا بھر میں ان کی تعداد تقریباً ایک ارب بیس کروڑ ہے۔ ۵۳ آزاد مسلم مملکتوں میں ۸۰ کروڑ مسلمان بس رہے ہیں۔ یہ مسلم مملکتیں دنیا کے ۲۳ فیصد رقبے پر محیط ہیں --- دنیا کے دیگر حصّوں میں بھی مسلمان بھاری تعداد میں آباد ہیں، بالخصوص یورپ اور امریکہ میں، جہاں اسلام، عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب ہے۔ (ص ۱۲)

اس کے بعد "مسلم دنیا کا کل اور آج" پر بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"تاہم اسلام ایسا مذہب ہے، جس کے بارے میں مغرب میں سب سے زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ [اسلام] ایک ایسا مذہب [ہے] جو امن اور انصاف کا علم بردار ہے، [مگر] اسے جنگ اور جنونیت کے مذہب کے طور پر پیش کیا گیا ہے --- [جبکہ] اسلامی تہذیب اور معاشرے نے غیر مسلموں سمیت سب کو امن اور تحفظ فراہم کیا۔ حقیقت میں یہ مسلم دنیا ہی تھی، جو ان تمام لوگوں کے لیے پناہ گاہ اور جائے امان رہی، جنہیں دنیا کے مختلف حصّوں بالخصوص یورپ میں تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔" (ص ۱۲-۱۳)

ظاہر ہے کہ اس منفی پراپیگنڈے کی آبیاری مسیحی مشنری گروہوں نے کی، جنہیں چرچ اور استعماری سلطنتوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔

پروفیسر صاحب نے متعدّد مستشرقین کے اس اعتراف حقیقت کو بھی پیش کیا ہے کہ "مفتوحین کے ساتھ [مسلمان فاتحین] کی نرم روی، ان کا انصاف اور دیانت داری رومنوں [عیسائی فاتحین] کے ظلم و تشدّد اور عدم رواداری کے مقابلے میں مختلف تصویر پیش کرتی ہے۔ شامی عیسائیوں کو عرب [مسلمان] فاتحین کے تحت اس سے کہیں زیادہ شہری آزادی حاصل تھی، جتنی انہیں ہرکولیس کے اقتدار میں حاصل تھی اور انہیں اپنی سابقہ حالت میں لوٹ جانے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔" (ص ۱۳، بحوالہ میور "دی کیلیفیٹ اٹس رائز، ڈکلائن اینڈ فال" ص ۱۲۸)

اس کتاب میں "بنیاد پرستی" کی الزامی غوغا آرائی کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے بتایا ہے کہ "بنیاد پرستی عیسائی مذہب کا مظہر ہے، جس کا اسلامی فکر و عمل میں کوئی مقام نہیں۔" (ص ۱۵)۔ "چنانچہ اس واضح مسیحی اصطلاح کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا نہ صرف غلط، بلکہ بد نیتی پر مبنی ہے۔ اسلام میں روحانی اور مادی زندگی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ روحانی اور دینی زندگی ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں۔ اسلام میں سیاست اور مذہب میں کوئی مغائرت نہیں، جیسی عیسائی دنیا میں ہے۔" (ص ۱۶)

مغرب کے دوہرے معیارات، اسلام اور جمہوریت کے باہمی تعلق پر بحث کرتے ہوئے، فاضل مصنّف نے کہا ہے۔ "مسلم احیاء اور اس کی رفتار کو بنیاد پرستی کہہ دینے سے روکا نہیں جا سکتا" مگر مغرب کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں، بلکہ اس بات کا دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے کہ مسلمان مسلح ہو کر مغرب پر دھاوا بول دیں --- مسلمان محض اپنے معاملات درست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں --- اسلامی احیاء کی تحریکیں، جدت (ماڈرنائزیشن) سے الرجک نہیں ہیں۔ وہ جدت طرازی اور مادی ترقی کی حامی ہیں، لیکن یہ جدّت اور ترقی وہ اپنی [اسلامی] ثقافت اور اقدار کے تناظر میں حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ یہ تحریکیں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتیں، کہ ایک [روشن] اسلامی تہذیب اور ثقافت کی حامل قوم پر کھلم کھلا یا ڈھکے چھپے ہتھکنڈوں سے مغربی تہذیب اور اس کی اقدار مسلط کر دی جائیں۔" (ص ۱۸) اسی لیے "مسلم عوام کسی ملک کی بالادستی تسلیم نہیں کرتے۔ امریکی بالادستی بھی اتنی ہی گھناؤنی چیز ہے، جتنی کہ برطانوی بالادستی یا ہسپانوی بالادستی۔" (ص ۱۹)

اس مضمون کے آخر میں "اسلامی احیاء اور نیو ورلڈ آرڈر" پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "اسلامی احیاء نہ صرف منفرد ہے، بلکہ عالم گیر بھی ہے۔ اسلام میں تنوع کے ساتھ وحدت ہے، اور یہ تنوع انفرادیت کو مجروح نہیں کرتا۔ اسلام ایک عالم گیر دین ہے۔ اس میں "عرب اسلام"، "پاکستانی اسلام"، "ایرانی اسلام" یا "ترک اسلام" نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ تاہم اسلامی عالم گیریت میں وحدت ہے، یکسانیت نہیں۔" (ص ۲۱) اسی طرح "اسلامی احیاء کو محض مغربی استعمار کے خلاف عوام کا غم و غصہ سے بھرپور ردّعمل قرار دینا بھی گمراہ کن ہے --- [ہر چند کہ] اسلامی احیاء کی تحریک موجودہ مسلم صورت حال کی ناقد ہے، اور یہ ہمارے دور کے غالب کلچر یعنی مغربی تہذیب و ثقافت کی بھی ناقد ہے، جو اکثر ملکوں میں چھائی ہوئی ہے۔ یہ تنقید اسلام کے اصل ماخذوں، قرآن و سنت کے حوالے سے ہے۔ یہ تحریک ایمان کے احیاء کی نشان دہی کرتی ہے۔ [مگر] یہ جہت بیشتر مغربی تحریروں میں نظر انداز دکھائی دیتی ہے --- (ص ۲۴) --- اسلامی احیاء بنیادی طور پر مسلم معاشرے کی اندرونی، مقامی مثبت اور نظریاتی تحریک ہے۔ یہ لازمی امر ہے کہ بین الاقوامی سطح پر اس کا دوسری قوتوں سے ربط ہو بلکہ ٹکراؤ بھی ممکن ہے --- (ص ۲۵) یہ چشم کشا مضمون اس کتاب کا حاصل ہے۔

کتاب کا دوسرا حصّہ "اسلامی احیاء، بنیاد پرستی اور اسلامی تحریک" کے عنوان سے ایک طویل انٹرویو پر مشتمل ہے۔ انٹرویو نگار جناب عطاء الرحمٰن کے سوالات مسائل کے ادراک اور تلاشِ حقیقت کی خواہش کے ساتھ ساتھ تحدیانہ لہجہ لیے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں اُنہوں نے "مفروضوں" پر مبنی سوالات اٹھائے ہیں، تاہم پروفیسر صاحب کے جوابات حسب معمول علمی وقار اور عملی شعور لیے ہوئے ہیں۔ ان کے مفصّل جوابات میں دلیل کی کاٹ، جذبے کی آنچ اور خود احتسابی کی جرأت گفتار پہلو بہ پہلو چلتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس انٹرویو کو پڑھتے وقت یوں لگتا ہے، جیسے ایک شفیق استاد مسائل کی تفہیم و

تشریح کے لیے کسی ذہنی تحفظ اور پیشگی دفاعی حصار میں مقید نہیں ہے، بلکہ اس کے پیش نظر مغالطہ انگیزی کے کانٹوں کو چننا اور حقائق و معارف کی شبنم فشانی ہی کرنا نہیں ہے، بلکہ سیکھنے اور سمجھنے کے لیے اپنے دل و دماغ کے دریچوں کو خوشی خوشی کھلا رکھنا بھی ہے۔یہی اسلامی علمی روایت ہے۔

اس دوسرے حصّے میں بنیاد پرستی اور اسلامی تحریک، مسلم سوسائٹی کا انحطاط اور اسلامی تحریک، ایران اور اسلامی انقلاب، تحریک پاکستان اور پاکستان کا نظریاتی بحران، جنگ خلیج (۹۱ - ۱۹۹۰ء) اور اسلامی تحریکیں، سود کا چیلنج اور اسلامی تحریک، نج کاری اور اسلامی معاشی حل، علاّمہ اقبال اور قائداعظم کا تصوّر پاکستان اور تحریک اسلامی، اقبال کا تصوّر اجتہاد اور تحریکِ اسلامی، عورت کی سربراہی اور اسلامی تحریکیں، بھارت میں ہندو انتہاء پسندی کا احیاء اور تحریک اسلامی وغیرہ موضوعات پر دلچسپ اور بھرپور مکالمہ ہے جس میں راست غور و فکر کی قوس و قزح اپنے روشن رنگوں کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔

کتاب کا تیسرا حصّہ "اسلامی تحریک کی قوت" کے عنوان سے ہے۔ جس میں مصنف نے ڈاکٹر ممتاز احمد کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے اسلامی تحریکات کی اصل قوّت اس کے کارکنوں کی سیرت و کردار کو قرار دیا ہے۔اس قوّت کے تقاضوں اور ان کے حصول کے ذرائع کی نشان دہی کی ہے۔

ایک یا دو نشستوں میں پڑھی جانے والی یہ کتاب اسلام اور اسلامی تحریکات کے دفاع پر نہایت عمدہ پیش کش ہے، جسے نہ صرف اسلامی فکر و نظر کے حامل افراد کو پڑھنا چاہیے، بلکہ مغرب کے سیاسی و مذہبی نظریہ سازوں اور ان کے مشرقی مریدوں کو بھی اس سے دانش و برہان کے موتی ملیں گے، بشرطیکہ وہ اپنی روایتی "ملائیت" کے حصار سے باہر نکل کر اسے پڑھیں۔(تبصرہ: سلیم منصور خالد)

دین و ادب
(اُردو ادب پر برصغیر کی اسلامی احیائی تحریکات کے اثرات کا جائزہ)

مؤلف : نجم الاسلام

ملنے کا پتہ : آزاد بک ڈپو، ۲۱۳- صدر حیدرآباد (سندھ)

صفحات : ۲۵۶

قیمت : ۲۵روپے

"عالمِ اسلام اور عیسائیت" میں تبصرے کی غرض سے جو کتابیں یا جرائد منتخب کیے جاتے ہیں، اُن کا تعلق جہاں مطالعۂ مسیحیت یا مسلم - مسیحی روابط کے کسی پہلو سے ہوتا ہے، وہیں یہ خیال رکھا جاتا